لازوال
اداریہ

سائنسی ترقی میں خواتین کی نمایاں شراکت!

حال ہی میں اسرو کے زیر اہتمام چندریان اور ادتیہ ایل سے لیکر دیگر تمام کامیاب تجربات میں خواتین سائنسدانوں نے جو کردار، ادا کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔اسرو کی ٹیم میں دو سو سے زائد خواتین سائنس دانوں کی شراکت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سائنس کی دنیا میں ،ملک بھر میں خواتین اپنی کامیابی کی کہانیاں لکھ رہی ہیں۔وہیں ہر سال، 11 فروری کو دنیا سائنس میں خواتین اور لڑکیوں کا عالمی دن مناتی ہے۔جبکہ اس خاص دن کا مقصد سائنس کے میدان میں خواتین اور لڑکیوں کی نمایاں خدمات کو تسلیم کرنا اور منانا ہے، ساتھ ہی ساتھ سائنسی برادری میں صنفی مساوات اور انہیں بااختیار بنانے کی ضرورت پر بھی زور دینا ہے۔یاد رہے سائنس میں خواتین اور لڑکیوں کا عالمی دن اس خیال کو فروغ دیتا ہے کہ سائنسی ترقی کیلئے صنفی مساوات بہت ضروری ہے۔جبکہ تاریخی طور پر، اس سمت خواتین کو بے شمار رکاوٹوں اور تعصبات کا سامنا کرنا پڑا ہے جو سائنسی دنیا میں ان کی شرکت اور پہچان میں رکاوٹ ہیں۔وہیں اس دن کا مقصد ان چیلنجوں سے نمٹنے اور زیادہ سے زیادہ خواتین اور لڑکیوں کو سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی کے شعبوں میں مواقع تلاش کرنے کی ترغیب دینا ہے۔اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ پوری تاریخ میں، خواتین نے سائنسی ترقی میں نمایاں شراکت کی ہے۔جبکہ مشہور سائنس دان میری کیوری سے لے کر، نوبل انعام یافتہ ماہرِ طبیعیات اور کیمیا دان، روزلنڈ فرینکلن تک خواتین سائنسدانوں نے سائنسی منظر نامے پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے کارناموں نے سائنس میں خواتین کی آئندہ نسلوں کیلئے بھی راہیں ہموار کیں ہیں۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سائنسی شعبوں میں مزید صنفی تنوع کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے دنیا بھر میں تنظیمیں، حکومتیں اور تعلیمی ادارے سائنس میں خواتین اور لڑکیوں کی شمولیت کو فروغ دینے کیلئے سرگرم عمل ہیں۔جبکہ نوجوان لڑکیوں کو ترغیب دینے اور سائنسی کیریئر کو آگے بڑھانے کیلئے ضروری مدد اور وسائل فراہم کرنے کیلئے رہنمائی کے پروگرام، اسکالرشپ، اور آگاہی مہم جیسے اقدامات کو نافذ کیا گیا ہے۔جن میں دقیانوسی تصورات کو ختم کرنا، مساوی تعلیمی مواقع فراہم کرنا، اور جامع کام کے ماحول کو فروغ دینا شامل ہے۔تاہم سائنس میں خواتین اور لڑکیوں کا عالمی دن نہ صرف سائنس میں خواتین کی کامیابیوں کا جشن مناتا ہے بلکہ سائنسی شعبوں میں صنفی تفاوت کو دور کرنے کی جاری ضرورت کی یاد دہانی کے طور پر بھی کام کرتا ہے۔اسلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ سائنس میں کیریئر بنانے کیلئے مزید خواتین اور لڑکیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے کیونکہ انہیں بااختیار بنا کر، جہاں ہم ان کی تخلیقی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں وہیں ان کے کارناموں سے بلاشبہ پورے معاشرے کو بھی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔

”حرام کی کمائی ایک زہر بھرے گلاس کی طرح ہے“

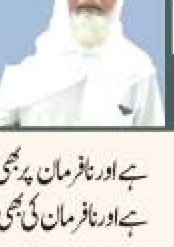
قیصر محمود عراقی

دل مردہ دل نہیں ہے، یقین جانیں اسے دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے، کوئی بات نہیں آلودگی آجائے تو دور ہوسکتی ہے، دندلاہٹ، چمک دمک اور صفائی والی روشنی میں بدل بھی تو جاسکتی ہے۔دل کا زنگ اتر جانے کا فائدہ کیا ہوگا؟ اگر ایسا ہوجائے یا ہوسکے تو پھر موت کا مشاہدہ کیا جاسکے گا، اس مشاہدہ کا فائدہ کیا ہوگا؟ زندگی کی اصل حقیقت سامنے آجائیگی اور اگر ایسا ہوگیا تو جس کسی کے ساتھ یہ ہوا، اگر تاجر ہے تو ملاوٹ نہیں کریگا، بیوروکریٹ ہے تو کرپشن نہیں کریگا، کلرک ہے تو رشوت نہیں لیگا، ملازم ہے تو ڈیوٹی اور فرائض احسن طریقے سے انجام دیگا، سیاست داں ہے تو سچ بولے گا، جج ہے تو انصاف کریگا، عدل کا دامن نہیں چھوڑیگا، عالم دین ہے تو فرقہ واریت نہیں پھیلائیگا، کیونکہ وہ موت یعنی زندگی کا مشاہدہ کرچکا ہے، مگر اس کے لئے دل کی صفائی ضروری ہے، اس کے اوپر مال کی محبت اور ناجائز یا اوپر کی کمائی کی خواہش والی کائی جمی ہے اسے صاف تو کرنا ہوگا۔

امت ابھی بانجھ نہیں ہوئی، اب بھی ڈھونڈنے نکلیں تو عالم باعمل مل جائینگے، سچے اللہ والے مل جائینگے، راتوں کے پچھلے پہر کو اٹھنے والے اور رب کی یاد میں رونے والے، کالی سیاہ داڑھیوں والے اور سفید لوٹے ہوئے دلوں والے صالح نوجوان مل جائینگے۔حرام کی کمائی ایک زہر بھرے گلاس کی طرح ہے، سب دیکھتے ہیں مگر اس میں سے سبھی پیتے ہیں، حالانکہ اصل زہر کا گلاس کسی کے ہاتھ میں ہو کوئی ایک گھونٹ پیئے مرجائے تو کوئی دوسرا اس گلاس کو ہاتھ بھی نہ لگائے گا، ہر زنگ آلود دل جس جسم میں ہوگا اس جسم کا ہاتھ اس گلاس کو پکڑتے ہوئے کانپنا بھول جائیگا۔میرا ایک صاحب دل دوست کہا کرتا تھا، کاش ابا ہمیں حرام نہ کھلاتے تو ہم بھی اللہ کو پکارتے ہوئے شرمندہ تو نہ ہوتے، دلوں کا زنگ اتار لو تو پتا چلے گا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مومن اللہ کو پکارے اور اللہ مدد کو نہ آئے، بلکہ وہ ایسا اعزاز اور اکرام کریگا، ایسا کمال کا پروٹوکول دیگا کہ تجھے خود پر شرم آئیگی کہ میں نے کیا کیا؟ اور یہ اعزاز کیا؟ زنگ آلود دل نے کبھی سوچا؟ کہ دن فرمانبردار کا بھی کٹ جاتا ہے اور نافرمان کا بھی، رات فرمانبردار کی بھی کٹ جاتی ہے اور نافرمان کی بھی، سورج فرمانبردار پر بھی چمکتا ہے اور نافرمان پر بھی، عمر فرمانبردار کی بھی کٹ جاتی ہے اور نافرمان کی بھی، بارش اور بادل فرمانبردار پر بھی برستے ہیں اور نافرمان پر بھی، مگر یہ زنگ اتر جائے تو رب کو کتنا پیارا لگتا ہے اس بات کا اندازہ نافرمان کو ہے ہی نہیں، یہ زنگ اتارنا کوئی مشکل نہیں، بس تنہائی میں رو کر رب کو منالیں، ایک آنسو بھی آنکھ سے ٹپکا نہیں اور اس نے صلح کی نہیں۔اور جب اللہ سے صلح ہوتی ہے تو اس طرح نہیں معاذاللہ جیسے ہمارے تمہارے یہاں ہوا کرتی ہے۔دل کے اوپر جو دنیاوی خواہشات کی کائی جمی ہے، چھٹ جائے تو ایمان و یقین دل میں بسیرا کرینگے اور ایسا بسیرا کرینگے کہ پھر دل سے نہیں نکلینگے۔

قارئین محترم! یہ زنگ کیسے اترے گا اس کا ایک ہی نسخہ ہے، ایک نقاطی فارمولا ہے اور وہ یہ ہے کہ رب سے تعلق جوڑنا ہوگا، تعلق بنانا ہوگا، مخلوں میں محبوب کہاں ملتے ہیں، کبھی اکیلے میں دل کی بات کہی جائے یا سنی جائے تو ہی ایک محبت بھرا تعلق بن سکتا ہے، دل کا میل صاف ہوسکتا ہے۔اللہ تو وہی ہے جس نے آٹھ صحابہؓ کی پکار سنی، میرا ایک صاحب دل دوست راتوں کو پچھلے پہر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتا تھا وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، وہ جو ہم میں تم میں چاہ تھی، راہ تھی، ہم ہی بھلا بیٹھے ہیں، ہمیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو، اللہ تعالیٰ تو بندے کو نہیں بھولتے، بندہ ہی بھلا بیٹھتا ہے، رب کریم تو انتظار کررہا ہے، اب بھی تجدید عہد وفا ہوسکتی ہے، کبھی بھی کسی بھی وقت، آج ہی اور اسی وقت ہوسکتی ہے، بس کوئی محبت سے پکارنے والا تو ہو، دل کا زنگ اترے یا چلئے کچھ کم ہی ہوجائے تو اندھیرے چھٹ جائیں، پھر کچھ اور صفائی ہو تو تیرگی کی جگہ ہدایت کی جگہ روشنی لے لے گی، پھر کچھ اور زنگ اتر جائے تو رفعت و بلندی عطا ہوگی، ظلمتوں کو صبح کو اجالا نصیب ہوگا، زنگ آلود دل پکارے بھی تو اس کی آواز دنیا کے نقار خانے میں طوطی کی آواز جیسی ہوگی، محبت کی صدا آقائے نامدار کی اتباع پر مائل کرنے والی صدا، خوف خدا پیدا کرنے والی صدا، دل کی دھڑکنوں کو صل علی سے ہم آہنگ کرنے والی صدا، صاف دل ہی سنا سکتے ہیں، صاف دل ہی سن سکتے ہیں، ورنہ گرد آلود دل صدق و صفا کو دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے، عموماً اسے کوئی راہ دکھلانے والا بھی میسر نہیں ہوتا اور اگر اسے رہبر مل بھی جائے تو سب سے بڑھ کر یہ کہ دل ہادی برحق کا مطیع ہوجائے تو اس کی خوشی یقینی ہے، ورنہ جنم جنم کی رسوائی اور خواری ہے، تو ہے ہی شک وشبہ گرد کی کچھ اور نہیں دل کے نہاں خانوں پر جما دیتا ہے۔جب عوام کے دل اجتماعی طور پر معاذاللہ ایسے ہوجاتے ہیں تو پھر جاہلوں اور ظالموں کو قوموں پر تسلط قائم ہوجاتا ہے، ناانصافی عام ہوجاتی ہے، منصف ہی انصاف سے انکار کردیتے ہیں، روپیوں کی شاہانہ ٹھاٹ باٹ کی مراعات کی اور اقرباء پروری کی کمیشنوں کی ایسی لہر آتی ہے جو بڑے بڑوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتی ہے، دل کے اندر جمع ہونے والا کاٹھ کباڑ شک وشبہ پیدا کرتا ہے جو یقین کا بگاڑ ہے، یقین کی بگاڑ برائیوں کی ماں ہے، یہ بگاڑ معاذاللہ باطل کی دہلیز تک لے جاتا ہے اور ایسا ہونا اہل حق کی موت ہے، بدنصیبی ہے پھر صاحب دل لوگ بھی باطل کے جعل میں پھنس کر ہر مسئلے ڈالروں کی نظر سے دیکھنا شروع کردیتے ہیں، بصارت بھی اور بصیرت بھی رخصت ہوجاتی ہے، بندے کا دل ایمان، ہدایت اور پاکیزگی کے بجائے پیسے پر آجاتا ہے اور معاشی سوچ اسے پیسہ کمانے والی مشین بنادیتی ہے۔ہم بظاہر تو اپنے خدا کے سامنے ہوتے ہیں مگر اپنے زنگ آلود قلب و ذہن میں ہزاروں میل لئے ہوتے ہیں، ہمیں اس میل کو ختم کرنا ہوگا، اپنے دل پر جمے ہوئے زنگ کو کھرچنا ہوگا، جس دن ہمارے دلوں پر بیٹھے ہوئے یہ زنگ اتر جائینگے اس دل ہمارے زندگی میں خوشحالی ہی خوشحالی ہوگی۔ہم دنیا بھر کی لغویات و خرافات سے پاک ہونگے، ہماری عبادتیں بھی بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونگی، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم حلال اور پاک شئے کو اپنی زندگی میں جگہ دیں اور حرام کو اپنے زنگ آلودہ دلوں سے نکال کر باہر پھینک دیں، جب تک ہمارے دلوں پر حرام کی کمائی کا ایک بھی پیسہ زنگ کی شکل میں ہمارے دل پر جما رہیگا اس وقت تک ہم اللہ کے نیک بندے نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہماری کوئی بھی عبادت، یا کوئی اور فلاحی عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول ہوگی۔

6291697668

کمیونل مسلمان

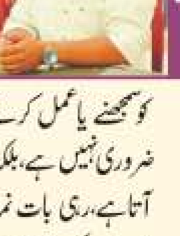
مدثر احمد

لفظ فرقہ پرستی ہمارے درمیان ایک ایسا لفظ ہے جو ہر کوئی استعمال کررہا ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ ملک میں فرقہ پرستی عروج پر ہے، ہر طرف فرقہ پرستی کا قہر چھایا ہوا ہے، فرقہ پرست لوگ مسلمانوں پر ظلم ڈھارہے ہیں۔فرقہ پرستی کی وجہ سے امن وامان ختم ہورہا ہے۔یقیناً فرقہ پرستی ایک ایسی وباء ہے جس سے سماج ومعاشرے کا خاتمہ تیزی کے ساتھ ہورہا ہے اور اس وباء کی وجہ سے ترقی یافتہ سماج کی بنیاد رکھنا ناممکن ہورہا ہے۔جب بھی فرقہ پرستی کی بات کی جاتی ہے تو مسلمانوں کے سامنے ہندوؤں کے وہ چہرے سامنے آتے ہیں جن کے ماتھوں پر تلک، ہاتھوں میں ہتھیار، بدن پر کیسری لباس اور زبان پر جئے شری رام کے نعرے رہتے ہیں۔لیکن مسلم معاشرے میں جو فرقہ پرستی ہے اس کی نشاندہی خود مسلمان نہیں کرنا چاہ رہے ہیں، جس قدر فرقہ پرست لوگ ہندو معاشرے میں ہیں اس سے کہیں زیادہ فرقہ پرستی مسلمانوں میں پنپنے لگی ہے، یہ فرقہ پرستی باہمی عداوت، دوسروں سے زیادہ اپنے آپ کو ترجیح دینا، دوسروں کے خیالات کو کمتر اور اپنے خیالات کو بہتر ماننا، دوسروں کے طریقہ عمل کو ادنی اور اپنے طریقہ عمل کو اعلی سمجھنا، دوسروں کے عقائد کو کمتر اور اپنے عقائد کو بہتر ماننا آج عام بات ہوگئی ہے، یہی اصل میں فرقہ پرستی ہے۔بھارت میں گذشتہ دو دن میں ہونے والے ایسے واقعات کا ہم ذکر کرینگے جس سے اہل علم طبقے میں کس قدر فرقہ پرستی ہے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ناسک میں ایک دیوبندی فکر کے نوجوان کو بریلوی طبقے کے کچھ لوگوں نے پیٹھ کر اس سے زبردستی مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہلوانے لگے، زبردستی اسے مزاروں اور خانقاہوں کی تعظیم کرنے کیلئے کہلوایا گیا، اس کی داڑھی نوچی گئی اور پائجامہ کو زبردستی ٹخنوں سے نیچے اتروایا گیا۔اس سلسلے میں سوشل میڈیا میں یہ بحث تھی کہ جس کسی نے بھی اس حرکت کو انجام دیا ہے اس نے بہت اچھا کام کیا ہے بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔دوسرا معاملہ اہلسنت والجماعت کے مفتی سلمان ازہری کی گرفتاری کے تعلق سے ہے، مفتی سلمان ازہری کی گرفتاری کے بعد اپنے آپ کو علمائے دیوبند کہنے والے کچھ لوگوں نے اپنے تبصروں میں یہ کہا کہ یہ بدعتی ہے، اس کی گرفتاری درست ہے، وہ دیوبند فکر کو غلط کہتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ جو ہوا درست ہے، اگر علمائے دیوبند اس کی تائید کرتے بھی ہیں تو سب سے پہلے یہ شرط رکھی ہے کہ رہائی کے بعد وہ دیوبندی افکار کے خلاف کچھ نہیں کہے گا۔ان دونوں معاملات میں کس طرح کی شدت پسندی ہے، عام لوگ خود اندازہ لگائیں۔مسلمان شائد حجۃ الوداع میں اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو خطبہ دیا تھا وہ بھول گئے ہیں، جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ۔

”ہاں جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں؛ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے خدا سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی۔تم سب کے سب آدم کی اولاد میں سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔دیکھو عنقریب تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں۔پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث عبدالمطلب کے بیٹے کا ہے۔(ربیعہ بن حارث آپ کا چچیرا بھائی تھا جس کے بیٹے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کردیا تھا) اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کردے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کردیا گیا ہے۔ہاں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔اللہ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سود ختم کردیا گیا اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اپنی اطاعت کیے جانے پر خوش ہے اس لیے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو“۔دراصل یہ اقتباس اللہ کے رسول ﷺ کے خطبے کا ہے جو صرف اس مضمون کے لحاظ سے اخذ کیا گیا ہے، جب اللہ کے رسول ﷺ نے امت مسلمہ کو عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کسی بھی طرح کی فضیلت نہ ہونے کی بات کہی گئی ہے تو یہاں پر کس طرح سے کلمہ گو مسلمان عقائد کی بنیاد پر ایک دوسرے کا دشمن بنا ہوا ہے، یہ فرقہ پرستی کی بدترین مثال ہے۔آر ایس ایس والے کمیونل، بی جے پی والے کمیونل، ہندو کمیونل، یہودی کمیونل کہنے والے مسلمان خود ہی مسلمانوں کے معاملات کو لیکر کتنے کمیونل بنتے جارہے ہیں یہ افسوس کا مقام ہے۔جب اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ تم سب آدم کی اولاد میں سے ہو اور آدمی مٹی سے بنے تھے۔اس تاریخی جملے کے باوجود آج مسلمان کس قدر کمیونل بنتے جارہے ہیں یہ سوچنے کا مقام ہے۔مسلمانوں کیلئے ملک کی سرزمین تنگ ہونے کی بات تو ہم کررہے ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ فکر مسلمانوں کی سوچ میں تنگی آرہی ہے۔جب تک اس کمیونلزم کو چھوڑ کر ایمان اور اس کی بنیادوں کے تحت سوچا نہیں جاتا، اس وقت تک ہر طرف سے تنگی ہی تنگی ہوگی۔جب ہم اس طرح کی باتیں کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اہل علم طبقے کا سوال ہوتا ہے کیا آپ مدرسے کے فارغ ہیں یا پھر کتنی نمازوں کے پابند ہیں، آپ کس قدر قرآن کو گہرائی سے جانتے ہیں، جبکہ آپ نے مدرسہ پڑھا ہی نہیں۔دراصل اسلام کو سمجھنے یا عمل کرنے کیلئے مدرسے کے فارغین میں سے ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اسلام عمل، عقل اور جاننے سے زندگی میں آتا ہے، رہی بات نماز، ٹوپی، ڈاڑھی اور جبہ کی، وہ تو اللہ اور بندے کے درمیان کے معاملات ہیں۔لیکن دنیا میں جب تک رہینگے اس کیلئے حقوق العباد پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے اور عجمی کو عربی پر یا عربی کو عجمی پر اہمیت وفوقیت دینے کی ضرورت نہیں ہے اور یہی وقت کا تقاضہ ہے۔

9986437327

تنگ ہوتی زمین، بند ہوتے راستے

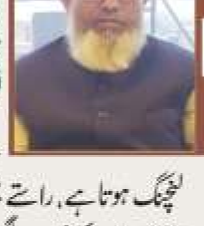
محمد رفیع

ظلمت شب کو مٹاؤ بہت اندھیرا ہے
چراغ فکر جلاؤ بہت اندھیرا ہے

ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی رواداری خطرے کے نشان کو تجاوز کرنے لگی ہے۔وہ یوں کہ ہم تو ملک میں گنگا جمنی تہذیب کا حوالہ دیتے ہیں، اسے مستحکم کرنے کی سمت میں کام کرتے ہیں لیکن ملک دشمن عناصر اسے پامال کرنے کا ایک بھی موقع نہیں چھوڑتے ہیں۔ان کی تاریخ پرانی ہے، یہ انگریزوں کی چاٹو کاری کرتے رہے اور اپنی زمین مضبوط کرنے کے لئے بھگوا رنگ کا استعمال کرنے لگے۔لیکن آزادی کے بعد سے نہ صرف یہ ملک آئینی طور پر سیکولر بنا بلکہ ہندوستان کے عوام کا مزاج بھی سیکولر رہا جس کی وجہ سے اسے تخریب کاری کا موقع نہیں مل سکا۔کانگریس کی چھوٹی سی چوک، کہ بابری مسجد میں اس نے 1949 میں مورتی (بت) رکھنے کا موقع دے دیا، انہیں ایک بڑا ثبوت اور ایک بڑا ہتھیار مل گیا اور 1949 میں جس سفر کی شروعات ہوئی وہ 22 جنوری 2024 کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔ہندوووادی رہنما ملک کو ہندو راشٹر کا دستوری حیثیت دینے کی وکالت کررہے ہیں جس کا ساری مسلم وسیکولر تنظیمیں مخالفت کررہی ہیں، لیکن عملی وظاہری طور پر ہندوستان ہندو راشٹر دکھائی دینے لگا ہے۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ مظفر پور بہار کے رام کرشن مشن کے سیکریٹری نے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں ہندو راشٹر کے اعلان کی سازگار فضا قائم ہے۔اس کی شکایت ہم نے پروفیسر ڈاکٹر والمیکی سے کیا جو کالج آف کامرس، پٹنہ میں ہیں اور سوامی وویکانند کے خیالات و نظریات سے کافی متاثر ہیں۔ان سے اس بات کی شکایت کی کہ آپ چھپرہ و پٹنہ ضلع میں رام کرشن مشن میں کافی متحرک ہیں، یہاں سبھی ذات ومذاہب کے لوگ علاج کے لئے آتے ہیں، آشرم انسانی خدمات کے شعبہ میں بہتر کام کر رہا ہے ایسے میں سوامی جی کا بیان؟ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ یہ میڈیا کی گڑبڑی ہے۔میں نے کہا کہ آپ پلہ نہ جھاڑیں بلکہ یہ تصور کریں کہ یہی بات اگر محمد رفیع کچھ یوں کہا ہوتا کہ ملک کو مسلم راشٹر بنانے کا اعلان کرنے کا یہ معقول وقت ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اسے کچھ بھی کہنے اور کرنے کی پوری آزادی ہے اور ہمارے بولنے پر وہ آسمان سر پر اٹھا لیں گے اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا کہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتا ہے تو چرچا نہیں ہوتا

دوسری مرتبہ جب 2019 میں بھاجپا انتخاب میں کامیاب ہوئی تو اس کے تمام چھپے ہوئے ایجنڈے سامنے آگئے۔آرٹیکل 370 تو پہلے ہی منسوخ ہو چکا تھا، مندر، مسجد، یونیفارم سول کوڈ جیسے سنجیدہ معاملے وغیرہ ظاہر ہونے لگے۔سی اے اے اور این آر سی کا بھوت ابھی زندہ ہے۔رام کو بیچنے میں بھاجپا کامیاب ہوئی، اس کے نام کی ایسی مارکٹنگ ہوئی کہ ہر خاص وعام ایک ہی جھنڈا، بھگوا جھنڈا کے نیچے متحد ہوگیا۔ہندوووادی تنظیموں اور ہندوووادی رہنماؤں کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ آزاد ہندوستان میں وہ مسلمانوں کی حیثیت دوئم درجہ کے شہری کی سی کردیں۔قانونی طور پر یہ قریب - قریب ناممکن ہے لیکن عملی طور پر یہ ممکن ہو چکا ہے۔آپ کے ساتھ ماب لنچنگ ہوتا ہے، راستے میں گھیر کر زبردستی آپ سے جئے شری رام کے نعرے لگوائے جاتے ہیں، ڈر سے آپ شکایت نہیں کرتے کیونکہ شکایت پر انصاف کم اور کاروائی کا خطرہ زیادہ ہے۔

افسوس ہمارے ہمارے تعلیمی اداروں پر بھی ان کی نگاہیں ہیں، ایسی خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ ہندوستان سے مدارس کے وجود کو ختم کرنے کے لئے عدالت میں روزانہ ڈھائی گھنٹے بحث چل رہی ہے۔اور تاریخی یونیورسٹی، سرسید احمد خاں کی وراثت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار خطرے میں ہے، اس سلسلے میں بھی معاملہ عدالت میں چل رہا ہے۔وہیں ہندوووادی رہنما صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ ایودھیا لیا، گیان واپی لیا، دیکھتے جاؤ، جہاں جہاں خدا ہے وہاں وہاں کھدے گا، بابر کے بعد اب اورنگزیب کی باری ہے، اس بیچ اورنگزیب کے آگرہ میں بنائے مسجد پر دعوہ کیا جانے لگا ہے، اس سلسلے میں محکمہ آثار قدیمہ نے ایک آر ٹی آئی کے جواب میں دعویٰ کیا ہے کہ آگرہ میں مندر توڑ کر اورنگزیب نے مسجد کی تعمیر کرائی تھی، اسی جگہ پر شاہی مسجد آگرہ کی تعمیر ہوئی ہے۔مسلمان غفلت میں ہیں، ساری پلاننگ اسی کے خلاف ہے اور وہ بدگمانی کا شکار ہے۔ابھی این آر سی آنا باقی ہے، آشفتہ چنگیزی نے کیا خوب کہا ہے۔

پہلے ہی کیا کم تماشے تھے یہاں
پھر نئے منظر اٹھا لایا ہوں میں

کسی بھی قوم کا وجود اس کی زبان، اس کی تعلیم اور اس کے تعلیمی نظام پر منحصر کرتا ہے اور جب وہ متاثر ہو جائے تو وہ قوم کہاں ٹھہرے گی اس کا اندازہ خوابوں، خیالوں سے بالاتر ہے۔مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کا مرکز ہے لیکن اس پر بھی ظالموں کی نظر ہے۔عدالت کسی ایک جزء پر بات نہیں کر رہی ہے، وہاں دینی تعلیم کے تمام دروازے بند کرنے پر بحث ہو رہی ہے، مثلاً مدارس میں جو عصری علوم کی کتابیں ہیں اس کو غیر سند یافتہ حضرات یعنی علماء کیسے پڑھا سکتے ہیں۔چودہ سال تک کے تمام بچوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنا لازمی ہے اور ترمیمی ایکٹ کو ختم کیا جانا چاہئے۔جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ صباحی یا مسائی تعلیم کے ذریعہ دینی تعلیم کا سلسلہ قائم رکھ سکتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ پچھلے دنوں ہی قانون نافذ ہوا ہے کہ پندرہ سال کے نیچے کے بچوں کو کوچنگ یا ٹیوشن دینا جرم ہوگا یعنی یہ راستہ بھی بند ہو چکا ہے اور سرکار نے تعلیمی اداروں کے لئے بھی نیا نصاب جاری کر دیا ہے یعنی ہم اپنے پراویٹ اسکولوں میں بھی دینی تعلیم دینے کے لئے آزاد نہیں ہوں گے۔اس طرح صرف مدرسہ بورڈ کے مدارس نہیں بلکہ غیر سرکاری مدارس بھی نشانے پر ہیں۔وہیں دوسری جانب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا معاملہ بھی کافی سنجیدہ ہے۔عدالت عظمیٰ میں اس کی اقلیتی حیثیت پر سوال کھڑے کئے گئے ہیں اور بحث ہو رہی ہے، عدالت کے وکلاء کے بیان اور عدالت کا رخ تشویشناک ہے۔مودی حکومت اور اس کی معاونین تنظیموں کو اس بات پر اعتراض ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں صرف مسلمان ہی وائس چانسلر کیوں ہوتے ہیں؟ یونیورسٹی کے اساتذہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کیوں ہے؟ بڑی تعداد میں، حجاب میں اور محفوظ ماحول میں مسلم لڑکیاں تعلیم حاصل کیسے کر رہی ہیں؟ اسی طرح کا معاملہ تاج محل آگرہ میں ہونے والے عرس کو لے کر بھی سامنے آیا ہے۔آگرہ شہر کے مورخ راج کشور راجے کی طرف سے دائر کی گئی آر ٹی آئی کی بنیاد پر مقدمہ دائر کی گئی ہے۔آر ٹی آئی میں انہوں نے اے ایس آئی سے پوچھا تھا کہ تاج محل احاطے میں عرس منانے و نماز پڑھنے کی اجازت کس نے دی؟ اے ایس آئی نے جواب دیا کہ تاج محل میں عرس منانے کی اجازت نہ تو مغلوں نے دی تھی، نہ برطانوی حکومت نے اور نہ ہی حکومت ہند نے۔اکھل بھارتی ہندو مہاسبھا نے نہ صرف عرس منانے پر پابندی کی مانگ کی ہے بلکہ عرس کے دن مفت داخلے کو بھی چیلنج کیا ہے۔عدالت نے مخالفین کی عرضی کو قبول کرلی ہے۔ادھر باغپت میں صوفی شیخ بدرالدین کی درگاہ کی زمین کا مالکانہ حق 53 سالوں کے لمبی سنوائی کے بعد ہندو فریق کو دے دیا گیا ہے۔ہندو فریق کا دعویٰ ہے کہ یہ درگاہ نہیں ہے بلکہ یہ لکچھا گرہ ہے۔فراق گورکھپوری نے کیا کہا ہے۔

شب سیاہ میں گم ہوگئی ہے راہ حیات
قدم سنبھل کے اٹھاؤ بہت اندھیرا ہے

ہماری عبادت گاہیں، تعلیمی ادارے، روزگار کے مواقع، دستور ہند کے مطابق حاصل اظہار خیال و اپنے مطابق مذہب کو ماننے کی آزادی، سب خطرے میں ہے۔ہمارے علماء، ملی وسماجی رہنماؤں میں اس کو لے کر شدید بے چینی ہے وہ حکومت کی تمام غیر منصفانہ، غیر دستوری فیصلوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔اب تو وزیر اعظم نریندر دامودر داس مودی رام مندر کے افتتاح کے بعد سے اعتماد سے اتنے زیادہ لبریز ہیں کہ انہوں نے صاف لفظوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ جب تیسری مرتبہ، یعنی 2024 میں ان کی حکومت بنی تو وہ بڑے فیصلے لیں گے۔یہ بیان صاف صاف اشارہ کرتا ہے کہ وہ ہندوستان کے آئین کو بدلیں گے۔یونیفارم سول کوڈ لاگو کریں گے جسے ابھی اتراکھنڈ میں نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔بھارت کو ہندو راشٹر کا دستوری حیثیت دیں گے اور مسلمانوں کو دوئم درجہ کا شہری بنا کر اس کے تمام حقوق سلب کر لئے جائیں گے۔

ملک پر حکومت کرنے کے لئے جب این ڈی اے اور انڈیا جیسے محاذ قائم ہوسکتے ہیں تو قوم کی بقاء، مسلمانوں کے وقار، اس کی عزت وآبرو کی حفاظت اور حکومت میں واجب حصہ داری کے لئے کیا ہمارے رہنما سیاسی جماعتوں کے حدود کو پار کر ایک جگہ ساتھ بیٹھ نہیں سکتے ہیں؟

ہمارے علماء نے ہندوستان کی آزادی کے لئے بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ایک وقت تھا جب دلی کا شاید ہی کوئی ایسا درخت رہا ہوگا جس پر کسی عالم کو نہ لٹکایا گیا ہو۔لیکن ہمارے سیاسی رہنما کن خوابوں وخیالوں میں مصروف ہیں۔جب تخت ہی نہ ہوگا تو پھر تاج کون پہنے گا۔

نہ تخت وتاج نہ دولت کا تذکرہ پڑھ کر
جواں ہوا میں محبت کا قاعدہ پڑھ کر

ملک پر حکومت کرنے کے لئے جب این ڈی اے اور انڈیا جیسے محاذ قائم ہوسکتے ہیں تو قوم کی بقاء، مسلمانوں کے وقار، اس کی عزت وآبرو کی حفاظت اور حکومت میں واجب حصہ داری کے لئے کیا ہمارے رہنما سیاسی جماعتوں کے حدود کو پار کر ایک جگہ ساتھ بیٹھ نہیں سکتے ہیں؟ ایسا جس دن ہوگیا قسم خدا کی نظارہ بدل جائے گا اور ان رہنماؤں کے وقار بھی بلند ہو جائیں گے۔آج اجتماعی مفاد پر ذاتی مفاد حاوی ہے۔وہ چاپلوسی اور ذلت کی زندگی جینے کو مجبور ہیں۔اس سلسلے میں بہت ہی مشہور کہاوت ہے کہ گیدڑ کی 100 سو سالہ زندگی سے بہتر شیر کی ایک دن کی زندگی ہے۔علماء کرام ہمارے لئے بہترین اثاثہ ہے، وہ تیار ہیں، انشاء اللہ ان کی فکر ہی ہمارے لئے کافی ہے، انشاء اللہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

7091937560